عرفان وتصوف قرآن اور حدیث کی روشنی میں

نسرین توکلی، دانشگاہ پیام نور، تہران

زیرنظر مقالہ کا مقصد قرآن اور اہلبیتؑ کے حوالہ سے عرفان وتصوف کا مطالعہ ہے، اور اس کا اسلوب تحقیق متعلقہ کتب پر مبنی ہے۔ تحقیقی مراحل سے گزرتے ہوئے اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ قرآن اور احادیث وروایات اسلامی میں موجود عرفانی پہلوؤں کا مطالبہ وتجزیہ کیا جائے اس کے ساتھ ہی ساتھ عرفان وتصوف اور قرآنی آیات و احادیث کے درمیان جو رابطہ موجود ہے اس کا مطالعہ کرتے ہوئے اس حقیقت کو نگاہ میں رکھا جائے کہ عرفاء ابتداء ہی سے قرآنی تعلیمات سے استفادہ کرتے رہے ہیں۔ مقالہ میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ عرفان خداشناسی اور اس کی معرفت کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے۔ اگر کوئی دل کی آنکھ سے خدا کو دیکھے عاشقانہ اس کی عبادت کرے تو وہ عارف ہوجاتا ہے، اور اب وہ اپنے عرفان کے ذریعہ متصوفانہ خصوصیات کی آرزو کرتا ہے کیونکہ قلب عارف میں فقط خدا بستا ہے، اور کوئی نہیں !

عرفان وتصوف کی جڑیں اور اس کی بنیاد دراصل قرآنی آیات ،احادیث پیغمبرؐ اور اقوال ائمہؑ پر مبنی ہیں۔ بغیر قرآن اور اسلامی روایات کے کچھ حاصل نہیں ہوتا! جس کا محققین بھی اعتراف کرتے ہیں البتہ اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ غیر اسلامی عقائد ونظریات نے اسلامی عرفان اور تصوف پر کم وبیش اپنا اثر مرتب کرنے میں کامیابی حاصل کی ہے ، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اہل عرفان اور تصوف اسلامی نے اپنی اصلیت وہیئت کو پوری طرح محفوظ رکھا ہے۔

قرآنی آیات اور اسلامی روایات اور اسلامی تربیت کے حامل بزرگوں کے احوال وآثار سے اس حقیقت کی نشاندہی ہوتی ہے کہ زہدو وعبادت بے روح نہیں ہیں ، بلکہ معنی مفہوم کے اعتبار سے غیرمعمولی اوج وعظمت کے حامل ہیں۔ رسول اکرمؐ ،امیر المومنین حضرت علیؑ اور دیگر ائمہ اطہارؑ کی حیات، ان کے کلمات وارشادات ومناجات درحقیقت معنی ومفہوم کے اعتبار سے عرفانی علامت اور الٰہی عظمت سے لبریز ہیں عرفانی علامات اور آوازۂ الوہیت میں معنی ومطالب سے پُر ہیں۔[۱]

قرآن کریم کی آیات عمیق ترین نظری عرفان اور عملی تعلیمات کی ضامن ہیں عرفانی علامتوں

کی حامل ہیں۔ تصوف اور اسلامی عرفان نظریاتی طور پر قرآن مجید، سیرت واحادیث نبوی، سیر وعمل اصحاب منتجبین، سیرت آئمہ اور بزرگان دین، اقوال پیشوایان دین اور مشائخ اور ان کے عمل اور تعلیمات میں موجود ہے۔ بارگاہ عالیہ الٰہی میں حاضری کا ذکر قرآن میں بار بار آیا ہےفقط اتنا ہی بلکہ نام الٰہی اور اس کی عرفانی علامت کی نشاندہی کی تکرار بھی دکھائی دیتی ہے اور انسانی نفس، اس کی خصوصیت نیز تزکیہ وتہذیب نفس کی طرف قرآن میں واضح اشارے دکھائی دیتے ہیں۔ چنانچہ خصوصیت کے ساتھ نفس اور اس کے خصوصایت راہ تزکیۂ وتہذیب نفس کا ذکر اس الٰہی کتاب کی آیات میں وارد ہوا۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے۔

اللّٰہ نورالسّموت والارض (خدا تو آسمانوں اور زمین کا نور ہے) ۲؎ ھو الاوّل والاٰخر والظّاھر والباطن (وہی سب سے پہلے اور سب سے آخر ہے اور (اپنی قدرت سے) سب پر ظاہر اور (نگاہوں سے) پوشیدہ ہے) ۳؎

والٰھکم الہٌ واحد لااله الاّ ھو (تمہارا معبود تو (وہی) یکتا ہے، اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں) ۴؎ کلّ من علیھا فان (وہ سب جو (زمین پر) ہیں فنا ہونے والے ہیں)

ولقد خلقنا الانسان ونعلم ماتوسوس به نفسهٗ ج ونحن اقرب الیه من حبل الورید۔(بیشک! ہم ہی نے انسان کو خلق کیا اور ہم اس کے نفس کے وسوسہ سے آگاہ ہیں اور ہم اس سے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں) ۶؎

فاینما تولّوا فثمّ وجه اللّٰہ (جس طرف چاہو رخ کرلو، وہیں خدا کا سامنا ہے) ۷؎
یھدی اللّٰہ لنورہٖ من یّشاء (خدا اپنے نور کی طرف جسے چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے) ۸؎

پیغمبر اکرمؐ کی دعاؤں اور مناجاتوں میں معنی ومفہوم کی بلندی اور اصل عرفان وخالص اسلام کی جھلک دکھائی دیتی ہے بعد از رسولؐ پیشوائے عارفین حضرت علیؑ کی نہج البلاغہ میں موجود دعائیں اور مناجاتیں سب کی سب اسلامی عرفان کے بیان سے پر ہیں۔

برطانیہ کے مشہور ومعروف فلسفی وماہر علوم مشرقیات نیکولسن (Nicholson)اور فرانس کے ماسینیون، جیسے مستشرق نے اسلامی علوم ومعارف کا بھرپور مطالعہ کیا ہیاور یہ لوگ واضح طور پر اعتراف کرتے ہیں کہ اسلامی عرفان کا اصل سرچشمہ قرآن وسنّت ہے۔

تقرب الٰہی کا اہم وسیلہ ہے۔

قرآنی آیات میں تصوف موجود ہے۔ ابتدائی دور کے صوفیاء کرام کی نظر میں قرآن صرف کلمات خداوندی نہیں تھا بلکہ اس کو تقرب الٰہی کا وسیلہ بھی تسلیم کیا جاتا تھا اور عبادت نیز قرآن کے مختلف حصوں کے گہرے مطالعے کے ذریعے بالخصوص عروج معراج پر مشتمل مرموز آیات کی روشنی میں صوفیاء حضرات یہ کوشش کرتے رہے ہیں کہ اپنی ذات سے پیغمبر کے صوفیانہ حالات کو دنیا والوں کے سامنے پیش کریں۔۹

راہ عرفان:

راہ عرفان ایک واضح وروشن راستہ ہے، جس کی آخری منزل معرفت خداوندی ہے۔ امام عارفین امیر المومنین حضرت علیؑ نے فرمایا ہے: اعرفوا اللّٰہ باللّٰہ (خدا سے (خود) خدا سے پہچانو)۱۰ اورخود خدا کو مخاطب کرکے یہ کہا: یا من دلّ علی ذاتہٖ بذاتہٖ (اے وہ کہ جو خود اپنی ذات (وجود) سے اپنی ذات (وجود) پر دلالت کرتا ہے۔(مفاتیح الجناں، دعائے صباح)

اس منزل پر عارف مرحلۂ اوّل میں راہ فنا پر گامزن ہوتا ہے اور اس تجلّی میں، اگر عنایت ازلی شامل رہی، تومنزل حب اللہ حاصل ہوتی ہے۔ اور اب جو وہ خوف خدا میں ریاضت کے ساتھ، دنیا سے منہ موڑ کرراہ عرفان وتصوف میں آگے بڑھتا ہے تو کسی مقام پر قناعت نہیں کرتا، قدم عشق بڑھاتے ہوئے سیر (عرفانی) کرتا ہے اور اس سفر میں اس کا مبداعشق حق ہوتا ہے، اور اس کا اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ انوار تجلیات میں قدم بڑھائے اور یہ سنے ''تقدّم'' یہاں تک کہ اسماء اور صفات مقام احدیت میں اس کے دل پر منتظمانہ طور پر تجلّی کرتے ہیں (روشن ہوجاتے ہیں)، اس طرح اس مقام احدیت کلی پر اسم اعظم کا ظہور ہوتا ہے، کہ یہ اسم خدا ہے، اور اسی مقام پر اعرفوا اللہ باللہ یعنی اللہ کو اللہ کی ذات سے پہچاننے کا مفہوم بھی واضح ہو جاتا ہے۔۱۱

معرفت وشناخت عرفانی استقامت کے ساتھ فیوض الٰہی تک بدولت سر چشمہ (برکات اور ہدایت) پہنچ جاتے ہیں۔ چنانچہ امام سجادؑ نے اپنی مناجات میں فرمایا ہے: بک عرفتک وانت دللتنی علیک ودعوتنی الیک ولولا انت لم ادرماانت (میں نے تجھے خود تیرے واسطے سے پہچانا اورتو نے خود میری راہنمائی اپنی طرف سے کردی اور مجھے اپنی طرف بلایا اور اگر تو نہ ہوتا تو میں

تجھے کبھی نہ پہچانتا) ۱۲ اسی طرح امام حسینؑ نے بھی فرمایا ہے: كيف يستدل عليك بمافى وجوده مفتقر اليك ۱۳ (میں تجھ سے کیسے استدلال کروں ، کیونکہ میں خود اپنے وجود کے لئے تیرا محتاج ہوں۔)

عارف جب کمال معرفت تک پہنچ جاتا ہے تو اسکے سر کے اردگرد ہالہ انوار الٰہی قرار پاتا ہے، اور وہ حالت وجدان میں اس سے لمس حاصل کرتا ہے اور کہتا ہے :

فالحقنی بنور عزّک الّابهج فاکون لک عارفاً وعن سواک منحرفاً (پروردگار ! مجھے اپنی عزت درخشاں کے نور سے ملحق کرلے تا کہ میں تیرا عارف ہوجاؤں اور تیرے سوا کسی اور کی طرف نہ لوٹوں) الٰهی هب لی کمال الانقطاع الیک (الٰہی ! مجھے اپنی جدائی سے حد کمال تک پہونچانا۔ مفاتیح الجناں، مناجات شعبانیہ) کمال انقطاع ، اس وقت حاصل ہوتا ہے جب انسان یاد خدا میں ہر چیز کو فراموش کردیتا ہے (اور بس اسی کی یاد میں لگ جاتا ہے)۔ یہ ’نسیان مقدس‘ ہے۔ اگر انسان ہر ایک چیز کو فراموش کردے اور یاد خدا میں لگ جائے تو دراصل وہ ہر چیز کی فکر کرنا چاہتا ہے، کیونکہ وہ (خدا) تو تمام چیزوں کا خالق ہے، وہی سب سے پہلے اور سب سے آخر ہے هو الاوّل والآخر والظّاهر و الباطن (سورہ الحدید، آیت ۳) عارف اسی وقت جلال حق کا مزہ چکھتا ہے ۱۴ اس طرح عرفان دل عارف کو نورانی بنادیتا ہے اور وہ جمال الٰہی کی زیبائی کا مشاہدہ کرتا ہے، اور عالم وجدان میں اس کے سامنے سر تسلیم جھکادیتا ہے اور اس کے (خدا کے)حضور میں مشغول عبادت ہوجاتا ہے۔

عرفان عارف اور خدا کے درمیان حجاب کا بالکل قائل نہیں ہے، وہ تو (عالم وجدان میں) اس کے جمال کی زیبائی کو محسوس کرتا ہے۔ایسا ہرگز نہ ہونا چاہئے کہ عقلانی اور اسی طرح کی کوئی دوسری چیز سالک حقیقی اوراس کے آخری مقصد کے درمیان پردہ وحجاب بن جائے مقصد کمال مطلق کا مقصد بھی یہی ہے۔ ۱۵

ایک بار ایک شخص امیر المومنین حضرت علیؑ کے پاس آیا اور اس نے کہا : آپ جس خدا کی عبادت کرتے ہیں ، کیا دوران عبادت آپ نے اسے دیکھا ہے۔؟

امام عارفینؑ نے فرمایا: میں اس رب کی عبادت کیسے کروں گا ، جسے میں نے دیکھا تک نہیں؟
اس نے کہا: آپ اسے کیونکر دیکھتے ہیں؟

امام نے فرمایا۔ لا تراہ العیون بمشاھدہ العیان ولکن تدرکه القلوب بحقایق الایمان (دیکھنے والے دیکھتے وقت آنکھوں سے اس کا مشاہدہ نہیں کرتے، بلکہ ان کے قلب ایمان کی حقیقت سے اسے دیکھتے ہیں)

مولای متقیان کی یہ عبادت شہود ورویت پر منحی ہے جو عرفانی وایمان کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے۔

جب انسان آیات الٰہی کا مشاہدہ کرتا ہے تو اس نتیجہ پر پہونچتا ہے کہ یہ سب عظمت خدا کی مظہر ہیں۔ اور وہ خود وجود وزندگی، علم، ارادے، محبت وعشق اور ان تمام صفات اور افعال کو، جو اس کے وجود سے تعلق رکھتے ہیں، دیکھتا ہے کہ سب کے سب کمال زیبائی، جلال وکمال، حیات، علم اور قدرت ہیں، سب میں خالق کی قدرت کارفرما ہے۔ اور یہ انسان (عارف) خود اپنے کو نور کے دریا سے متصل پاتا ہے۔ اور ہر جگہ نور ہی نور دیکھتا ہے، کہ سب کا سب نور خدا ہے۔

سرچشمۂ عرفان وتصوّف :

باوجود ان شبہات کے کہ عرفان، عرفان ہندی یا عرفان مسیحی سے، مستعار ہے، وہ اپنی اساس میں خالصاً اسلامی ہے۔ اس کا اصل سرچشمہ قرآنی اشارات، حدیث اور سیرت رسولؐ اور ان کے صحابہ (منتجبین اور آئمہ) کا طرز زندگی اوران کی اقوال ہیں ۱۶؎ آموزش ادیان اور دوسرے مکاتب فکر کے اثرات، خصوصاً تکوین عرفان نظری پر، سے قطع نظر نہیں کیا جاسکتا ہے۔ البتہ یہ تاثیر اس حد تک بھی نہیں ہے کہ کہہ دیا جائے کہ عرفان اسلامی انہیں ادیان ومکاتب کی پیدوار وماحاصل ہے۔ ۱۷؎

چنانچہ یہ بات کہی جاتی ہے کہ (سرچشمہ) عرفان خود انسان کی ذات میں پنہاں ہے، اور اس کا آغاز خود فطرت اور خلقت انسان کے ساتھ ہوا۔ اور ہر وہ کہ جو صاف تر فطرت کا حامل ہوتا ہے، اس میں جلوہ ہائے عرفانی زیادہ کارفرما ہوتے ہیں۔ انسان کا دل آئینہ کی طرح ہوتا ہے، ابتدائے تابش سے اس پر نور الٰہی کا پرتو پڑتا نظر آرہا ہے۔ اب اگر (آئینہ دل کو الایشوں سے بچا کر رکھا جائے) اور اس پر صیقل ہوتو وہ، اور بھی زیادہ (پرتو الٰہی کا) حامل ہوجاتا ہے۔ یہاں تک کہ انوار الٰہی میں غرق ہوجاتا ہے۔

دین کی رو سے ہر انسان دنیا میں فطرت توحید پر پیداہوتا ہے، اور اس میں ولولۂ خداشناسی

اور خدا پرستی نہاں ہوتا ہے، یہ غلط ماحولیاتی عوامل اور تربیتی طریقے ہیں کہ ان کی وجہ سے انسان کے دل میں اندھیرے کا گذر ہوتا ہے، ورنہ اگر وہ فطرت الٰہی پر قائم رہتا تو حسن باطنی کیا کیا شگوفے کھلاتا۔

امام حسینؑ نے خدا کی نعمتوں کو، جو خود انسان کے وجود میں پائی جاتی ہیں، شمار کرنے کے بعد یہ فرمایا کہ حتی اذا اکتملت فطرتی واعتدلّت مرتی اوجبت علیّ حجّتک بان الھمتنی معرفتک وروعتی بعجائب حکمتک (جب تو نے ہماری فطرت کمال عطا کیا، اور ہمارا مزاج معتدل قرار دیا (تو) ہم پر تیری حجت واجب قرار پائی، اس طرح تو نے اپنی معرفت کے ضمن میں ہم پر الہام فرمایا اور تو نے عجائب حکمت کو بیان فرمایا (تاکہ ہم تجھے پہچانیں) اور اس معرفت کے ساتھ تیری عبادت کریں۔ (مفاتیح الجنان، دعائے عرفہ)

ارشاد رب العزت ہے: یوتی الحکمة مین یّشاء ومن یوتی الحکمة فقد اوتی خیراً کثیراً (خدا جسے چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے، اور جس کو حکمت عطا کی، اسے بہت سا خیر بھی عطا کیا)[۱۸]

ہدایت اولیہ خداوند کریم کی طرف سے ہوتی ہے اور اس کے بعد اس ہدایت کے مختلف پہلوؤں میں کارسازی ہدایت یافتہ عاشق کی ہوتی ہے، ورنہ عاشق کی سعی نتیجتاً اپنے مقام تک نہیں پہونچتی ہے چنانچہ دعائے عرفہ (مفاتیح الجناں) میں وارد ہوا ہے: یا من ھدانی للایمان قبل ان اعرف شکر الامتنان (اے پروردگار! اے وہ کہ جس نے مجھے ہدایت کی ایمان کی، قبل اس کے میں نے نعمتوں پر شکر کرنا سیکھا)۔

عارف کون ہے؟

عرفان سے مراد خدا کی معرفتِ قلبی، خداشناسی اور اس کی عاشقانہ عبادت ہے۔ عرفان وہ مقام بلند وبالا ہے جہاں تک ہر شخص کی رسائی نہیں ہوتی اور جو بھی معرفت سے بہرہ مند ہوا، اس نے راہ نجات پالیا، وہ صاف وشفّاف دل اور نیک اعمال کا خواہاں ہوا (اور انہیں انجام بھی دیا) یہاں تک کہ وہ مقام قرب تک جاپہونچا۔

قرآن کریم کا ارشاد ہے: یوم لاینفع مال ولابنون الاّ من اتیٰ اللّٰہ بقلبٍ سلیم (وہ

دن کہ جب نہ تو مال ہی کچھ کام آئے گا اور نہ لڑکے بالے، مگر جو شخص خدا کے سامنے (گناہوں سے) پاک دل لئے ہوئے حاضر ہوگا (وہ فائدہ میں رہے گا) ۱۹؎

کیا عارفین کے بزرگ پیشوا امام علیؑ کی عبادت شاہدانہ تھی، کہ عابدانہ، زاہدانہ تھی یا تاجرانہ یا اسی طرز پر کسی اور طرح کی؟ آپ منظر شہود میں ہر چیز پر شاہد کامل تھے، نہ تو خود اپنی صوابدید سے، اور نہ دوسروں کے میلان طبع کی رو سے (بلکہ بس تابع ایمان ومرضی الٰہی)۔ ہر موقع پر جہاں کہیں بھی آپ مشاہدہ فرماتے تھے تو توجہ کے ساتھ۔ اگر ہر موقع پر ان کا مشاہدہ توجہ کے ساتھ نہ ہوتا تو یہ بے توجہی ہوتی ۲۰؎ (لہٰذا علیؑ کی عبادت ویسی ہی تھی، جیسا کہ انہوں نے خود بیان کیا ہے)۔

قلب عارف میں سوائے خدا کے اورکوئی دوسرا نہیں ہوتا۔ امام عارفین حضرت علیؑ نے اپنی دعامیں ارشاد فرمایا ہے: یا غایة آمال العارفین یعنی اے عارفین کے مقصد آرزو کی انتہا (مفاتیح الجناں، دعائے کمیل)

عارف کی وابستگی اور اس کی دلبستگی صرف خدا سے ہوتی ہے، اس کے اس سرور اور خوشی کو حضرت علیؑ نے مناجات میں یوں بیان کیا ہے۔ ''یا سرور العارفین'' (اے عارفوں کے دل کی خوشی۔ مفاتیح الجناں، دعائے جوشن کبیر، شمار ۵۲) عارف ہمیشہ عشق خدا سے سرشار رہتا ہے، اپنے دل وجان سے۔ وہ اس میں کبھی ذرا سی بھی غفلت نہیں برتتا ہے، وہ خدا سے دور نہیں رہتا: یامن لا یبحد عن قلوب العارفین (اے وہ جو عارفوں کے قلوب سے دور نہیں رہتا۔ مفاتیح الجناں، دعائے جوشن کبیر شمارہ ۶۳)۔

عارف کا دل نور الٰہی سے پر لبریز بلکہ انوار الٰہیہ میں غرق ہوتا ہے۔ امام سجادؑ نے فرمایا ہے۔ وسبحات وجهه لقلوب عارفيه شانفه (انوار الٰہیہ عارفین کے دلوں کو جلاء بخشتے ہیں اور انہیں روشن ومنور کرتے ہیں)۔

عارف کو سوائے یاد الٰہی کے کسی چیز سے سکون نہیں ملتا، اور نہ وہ کسی چیز سے راضی ہوتا ہے، فقط ذکر خدا اور یاد الٰہی کے ذریعہ ہی اس کو سکون نصیب ہوتا ہے اور وہ راضی ہوتا ہے۔ قرآن کہتا ہے الّذین آمنوا وتطمئن قلوبھم بذکراللّٰہ الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب۔

عارف وہ ہے جو براہ یاد اللہ وحب اللہ حق وعرفان سے ملحق ہوجائے اورمحبّ اللہ کی شناخت حاصل کرے۔ عارف پست صفات بشری پر واضح طور پرقابو پا کر معرفت خدا حاصل کرلیتا ہے، اور

ساتھ ہی خود اپنے میں صفات عالیہ کا احیاء کرتا ہے اورعظمت وبزرگی صرف ذات خدا میں پاتا ہے اور اسے دوسرے سب چھوٹے نظر آتے ہیں: حضرت علیؑ نے جنگ صفین کے دوران ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ کسی نے بصورت مبالغہ آرائی تعریف کی تو آپؑ نے کہا: ان من حق عظم جلال اللّٰہ فی نفسه وجل موضعه من قلبه ان یصغر عندہٗ لعظم ذٰلک کل ماسواه (وہ کہ جس کے نزدیک جلالت خدا بااہمیت ہے اور اس کے دل میں اس کا مرتبہ بلند ہے، وہ اس بات کا سزاوار ہے کہ اس کی عظمت اور بزرگی کی وجہ سے، خدا اس کے علاوہ ہر چیز کو کمتر شمار کرے۔) ۲۱

عارف فریفتۂ کمال اورعظمت جلال ہوتا ہے، یہاں تک کہ وہ خود اپنے وجود بے پایاں پر نظر کرتا ہے تو نہ تو اپنے آپ کو پہچانتا ہے اور نہ کسی دوسرے کو بلکہ۔ پہچانتا ہے تو فقط خدا کو۔ وہ پیشگاہ عظمت اور جلال کبریائی میں محو حیرت ہوجاتا ہے۔ حضرت علیؑ نے ارشاد فرمایا ہے: فلسفنا نعلم کنه عظمتک الاّ نعلم انّک حی قیّوم (پرورگار! تیری اصل عظمت کو تو میں نہیں پہچانتا مگر یہ جانتاہوں کہ بیشک تو زندہ اور پائندہ ہستی ہے۔) ۲۲

عارف جب اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو کہتا ہے: سارا عالم اس کے قبضۂ قدرت میں ہے، سب ہی چاہے بخوشی، چاہے طوعاً وکرھاً، اس کے سامنے سرنگوں ہیں ... وله اسلم من فی السّمٰوٰت واللارض طوعاً وکرهاً والیه یرجعون (ہر وہ کہ جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سب نے خوشی خوشی یا زبردستی اس کے آگے سرتسلیم خم کردئے ہیں۔ اور آخر سب اسی کی طرف لوٹ کر جائیں گے) ۲۳

محورعرفان:

محورعرفان خدا کو پہچاننا، اس کی معرفت حاصل کرنا اور اس کی احدیت پر ایمان رکھنا ہے۔

امام علیؑ نے فرمایا: اوّل الدّین معرفتهٗ وکمال معرفتهٗ التّصدیق به وکمال التّصدیق به توحید ہ (دین کا پہلا (جز) اس کی معرفت ہے اور معرفت کا کمال اس کا یقین کرنا ہے۔ اور یقین کا کمال اس کی وحدانیت ہے۔) ۲۴

عرفان اسلامی میں وجود پائندہ اور پائیدار صرف ذات مقدس خدا ہے اور تمام موجودات اسی سے وابستہ ہیں، اوراز خود ان کو استقامت پائداری حاصل نہیں ہے، کیونکہ ہر چیز اس کے (خدا کے)

قبضہ ٔقدرت میں ہے۔قرآن کریم کہتا ہے : اللّٰہ لااله الاّ هو الحیّ القیّوم (خدا کے علاوہ کوئی دوسرا معبودنہیں ہے، وہ زندہ وپائندہ ہے۔) ۲۵ اور یہ کہ یاعبادی الّذین امنوا انّ ارضی واسعةٌ فایّای فاعبدون (اے میرے صاحب ایمان بندو! میری زمین تو یقیناً کشادہ ہے ،تو تم میری ہی عبادت کرو۔) ۲۶

اس طرح تمام موجودات پر حاکم خدا ہے کہ ہمیشگی کے ساتھ برقرار ہے۔قرآن کریم میں وارد ہوا ہے: او لم یکف بربّک انّی علی کل شئی شهیداً (کیا (تمہارے لئے)تمہارے رب کی طرف سے یہ کافی نہیں ہے کہ وہ ہر شے پر شاہد ہے؟)

اگرکوئی کیفیت تجلی حق کا، جو ملک وملکوت میں ہے، بواسطہ مقدس ذات جوآسمانوں اور زمین میں خالق ومالک ہے، مشاہدہ حضور یہ یامکاشفہ قلبیہ ایمان حقیقی سے کرلے تو جونسبت حق کی خلق سے اورخلق کی حق سے ہے اس پر واہوجائے گی اور احساس ہستی (بھی) اور وہ کیفیت ظہور مشیت الٰہیہ بھی جو اس کے تعیّن وفنا میں ہے۔ اس طرح وہ علی ماهو علیه کا ادراک کرتا ہے۔ اور جان لیتا ہے کہ حق تعالیٰ تمام تر ممکنات اور حاصلات پر محیط ہے عارف ان سب کے ساتھ تمام موجودات کا مشاہدہ علم حضوری سے کرتا ہے ۔ چنانچہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے کہا ہے:

مارایت شیئا الّارایت اللّٰه معه وقبله وفیه (میں نے کوئی چیزنہیں دیکھی مگر اس طرح کہ اس کے ہمراہ (قدرت) خدا ہے،جو اس سے قبل اور اس میں ہے) ۲۷ اس طرح عارف وہ ہے جوحق کو مشاہدہ حضور یہ سے پہچانتا ہے ۔ ۲۸

اوربعض عارفین کہتے ہیں : مارایت شیئا الاّ رایت اللّٰه فیه یعنی نہیں دیکھا ہم نے کسی چیز کوسوائے قدرت خدا کے باطن ایک عالم ہے ، اور عارف عالم میں جس طرف بھی نظر کرتا ہے ، اسے ساراعالم آئینۂ حق نظرآتا ہے ، اوراس طرح وہ عالم میں حق کو اشکار دیکھتاہے۔ ۲۹

خالق ومخلوق

قرآن ہمیں خدا کو ، جس نے کائنات کوخلق کیا ہے، پہچنواتا ہے اورہمیں ہرطرح سے بتاتا ہے کہ اس کی ذات مقدس ہرجگہ وہر چیز میں کارفرما ہے (اینما تولّوا فثمّ وجه اللّٰه (سورہ بقرہ، آیت ۱۱۵ یعنی جس طرف چاہو رخ کرلو ، وہیں خدا کا سامنا ہے ، یعنی وہ ہر جگہ موجود ہے ونحن

اقرب الیه منکم (اور ہم تم سے زیادہ تم سے نزدیک تر ہیں)۳۰ھو الاوّل والآخر والظّاھر والباطن (وہی اول ہے اور (وہی) آخر اور وہی ظاہر ہے اور وہی باطن سورہ حدید، آیت ۳ اور ہر حال میں وہ باطن و ظاہر ہے۔ پس قرآنی آیات وتعلیمات کی روشنی میں وحدانیت کا مکمل تعارف حاصل کیا جاسکتا ہے جسے عام طور پر عوام تسلیم کرتے ہیں۔ ۳۱

عرفان اور اسلامی تصوف میں فقر ونیاز مندی مخلوقات واضح وروشن ہے، اور اس کے مقابلہ میں غناء وبے نیازی خالق اشکار ہے درحقیقت تمام خلائق اور ہم سب کے سب وجود مقدس کے محتاج ہیں ۔قرآن مجید میں ارشاد خداوند کریم ہے: یا ایّھا النّاس انتم الفقراء الی اللّٰہ واللّٰہ ھو الغنی الحمید(لوگو! تم سب کے سب (ہر وقت) خدا کے محتاج ہو اور (صرف) خدا ہی (سب سے) بے نیاز اور سزاوار حمد (وثنا) ہے ۳۲وانّه ھو اغنٰی واقنیٰ (اور وہ وہی ہے جو مالدار بناتا ہے اور سرمایۂ عطا کرتا ہے)۳۳امام حسنؑ نے اس کا مطلب بخوبی واضح طور پر یہ کہہ کر بیان کیا ہے کہ ایک طرف جلال خداوندی، دوسری طرف فقر (تہہ دستی) انسان ، ایک طرف تمام تر احسان و (عطائے) نعمت اور دوسری طرف تمام تر احتیاج وتقصیر ہے: انت الّذی انعمت، انت الّذی احسنت ، انت الّذی اجملت، اناالّذی اسات ، انا الّذی اخطات ، انا الّذی ھممت (تو وہ ہے کہ جس نے نعمت عطا کی ہے، تو وہ ہے کہ جس نے نیکی کی، تو وہ ہے کہ جس نے زیبائی وخوش کرداری عطا کی، میں وہ ہوں کہ (جس نے) بدی کی ، میں وہ ہوں کہ (جس نے) خطا کی ، میں وہ ہوں کہ مشغول اہتمام خطا ہوا)۔

اور اس مقام پر حضرت علیؑ نے ارشاد فرمایا ہے: مولائی یامولائی انت العظیم وانا الحقیر وھل یرحم الحقیر الاّ العظیم ، مولائی یا مولائی انت القوی اور انا الضّعیف وھل یرحم الضّعیف الا القوی (میرے مولا! اے میرے مولا! توبزرگ وباعظمت ہے اور میں حقیر ہوں ، اور حقیر پر کون رحم کرے گا، سوائے بزرگ وعظیم کے۔ میرے مولا! اے میرے مولا! تو قوی اور صاحب قوت ہے اور میں کمزور ہوں ، اور کمزور پر کون رحم کرے گا، سوائے قوی اور صاحب قوت کے)۔

مندرجہ بالا بیان آیات قرآنی اور دعائیں دلیل فقر ومحتاجیٔ بندہ بہ خالق وکردگار ہے۔

خدا سے محبت:

عشق اور جذبۂ عشق سارے جہاں میں ایک جاری وساری حقیقت ہے ، کہ یہ تمام عناصر اور اجزائے جہاں پر بالادستی کے ساتھ نمودار ہوتا ہے، یا کم ازکم ایک ذاتی خاصیت کے عنوان کی حیثیت سے ۳۴؂

تقریباً سبھی صوفیاء اور عارفین عشق کو بطور صفت حق ، اصل انسانیت ، میزان سلامتی عقل، حساسیت اور وسیلۂ تہذیب اخلاق تسلیم کرتے ہیں۔عشق چاہے حقیقی ہو یا مجازی ذریعہ تہذیب اخلاق ہے ۔ عام مشاہدہ ہے کہ کوئی بھی فرد عاشق ہونے سے قبل مال دوست ، کنجوس، کم ہمت اور ڈرپوک ہوتا ہے، لیکن جب سلطان عشق اس کے ملک وجود میں خیمہ گاڑ دیتا ہے تو وہ بند جیب اور مہر بند اور مخفی مال کو وا کردیتا ہے اور ان تمام چیزوں کو مسلسل راہ معشوق میں نثار کرتا رہتا ہے، یا پھر جان وتن سے راہ عشق میں موت کا استقبال کرتا ہے، وہ اس (معشوق) کی چاہت میں سخت سے سخت بلا بھی آئے تو اس سے وہ ہرگز ہرگز خائف نہیں ہوتا ۔ ۳۵؂

(جذبۂ) محبت وعشق پرہیزگار مومن کے دل میں خدا کی طرف سے پیدا ہوتا ہے ، اور اس کی بزرگی اور عظمت اس کے دل کو پُر کردیتی ہے ۔ اس کے بعد قلب وعارف میں اس کی رضا کی طلب پیدا ہوتی ہے۔محبت الٰہی کا ذکر بطور تمام محبتوں سے اعلیٰ اور اولیٰ کے ہوا ہے۔ حدیث قدسی میں خدا نے ارشادفرمایاہے : لایزال العبد یتقرّب الیّ بالنوافل ، حتّیٰ اذا احببته ، فادا احببته کنت سمعه الّذی یسمع به وبصره الّذی یبصره به، ولسانه الّذی ینطق به، یده الّذی یبطش به ۔ (بندہ گمراہ نہیں ہوتا اگر وہ نماز ودعائے نافلہ کے ساتھ میرے قریب آئے ، یہاں تک کہ جب میں اس کو دوست بنالیتا ہوں تو نتیجتاً میں اوراس کی ایسی آنکھ چاہتا ہوں کہ وہ میرے ذریعہ دیکھے اور اس کی ایسی زبان اور ہاتھ چاہتا ہوں کہ وہ میرے توسط سے بولے اور پکڑے (اور اٹھائے) ۳۶؂

محبت الٰہی روح عارف کی غذا ہے، اور اس کا دل محبت الٰہی سے لبریز ہوتا ہے ، چنانچہ خدا نے موسیٰؑ سے کہا: والقیت علیک محبّة منّی ولتصنع علیٰ عینی میں نے خود ہی تم پر یعنی تمہاری صورت پر محبوبیت ڈال دی ہے اور (دوسرے اس لئے کہ) تم میری نگہبانی میں پرورش کئے

جاؤ۔ ۳۷ سورہ مائدہ میں وارد ہوا ہے کہ یحبّھم ویحبّونہ (خدا) انہیں دوست رکھتا ہے اور یہ خدا کو دوست رکھتے ہیں۔ ۳۸ اس مقام پر خدا سے عشق کا، کہ وہ خدا سے محبت کا نتیجہ ہے، درک ہوتا ہے۔

جیسا کہ 'بحر الحقیقہ' میں وارد ہوا ہے، احمد غزالی نے کہا ہے: میرے دستور دوستی اور رغبت کے تحت میں تجھے چاہتا ہوں اور تو میری چاہت کے سبب، مجھے چاہے۔ میں نے تیری تعریف کی کہ تو مجھے پہچانے اور میں نے تیری ہدایت کی تا کہ تو میری وحدانیت کا گرویدہ ہوجائے اور اس دوستی کو میں نے تجھے ہدیہ کیا تا کہ تو میرا دوست رہے، اب میں تیرا دوست ہوں اور تو میرا۔ ۳۹

خدا سے عشق ومحبت کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ انسان از خود یا خود اپنے ارادہ سے اس تک پہونچ جائے باوجود تمام کوشش وطلب کے انسان اگر چاہے بھی کہ ایسا ہوجائے تو بھی ممکن نہیں ہے، کیونکہ دوست دار خدا وہ ہوتا ہے جس کا دوست خدا خود ہوتا ہے۔

بایزید نے کہا ہے کہ میں نے خیال کیا کہ میں بدلے ہوئے بھیس میں اس کے لئے بدشگن ہوں، پھر میں نے یاد کیا کہ میں اسے پہچانتا ہوں اور وہ میرا دوست ہے، اور میں نے اس کی طلب کی۔ ۴۰ اس طرح مجھے معلوم ہوا کہ اس کے ذکر سے میں آگاہ ہوں، اور میرے لئے اس کی معرفت ومحبت زیادہ مقدّم ہے بمقابلہ اس سے میری محبت واس کی معرفت کے اور (اسی طرح) میرے لئے اسکی طلب زیادہ مقدم ہے) بنسبت میری طرف سے اس کی طلب کے۔ ۴۰

امام سجادؑ نے فرمایا ہے: من ذالّذی ذاق حلاوۃ محبتک فرام منک بدلا (پروردگار!) آخر وہ کون ہے کہ جس نے تیری محبت کی حلاوت کو چکھ لیا ہو، پھر بھی تیرے بدلے کسی اور کو قبول کرے۔) محبان خدا اس کی محبت کی شیرنی کے عوض کوئی دوسری چیز قبول نہیں کرتے، خدا سے پیوست رہتے ہیں (اور) اسی سے عشق کرتے ہیں، اس سے گفتگو کرتے ہیں اور اس کی حمد وثنا کرتے ہیں۔

ابن عربی نے بیان کیا ہے: میرا دین دین اور خدا سے رغبت سے بالاتر نہیں ہے۔ محبت خلاصہ احوال روح نحل وملل ہے۔ ۴۱

محبت ولایتی ہے جو معشوق سے عاشق تک جاپہونچتی ہے اور عطائے باطن اس کا اسے مائل بہ جمال کرتا ہے۔ اور اس حال میں عاشق رضائے معشوق طلب کرتا ہے اوراس کے دیدار کا خواہاں ہوتا ہے، اور کسی اور سے اسے قرار ہی نہیں ملتا ہے اور اس کے ذکر کے ماسوا کسی بات سے اسے آرام

نہیں ملتا ۔ ارشاد رب العزت ہے۔ والّذین آمنوا اشدّ حبّا للّٰہ (وہ جو ایمان لائے، انہیں خدا سے شدید ترین محبت ہوتی ہے۔) ۴۲

اس گفتگو کے بعد ابن عربی کا یہ قول بھی ملاحظہ ہو کہ محبت درمیان محبّ ومحبوب حجاب ہے۔ ہر چند کہ محبت میں محبّ فنا ہوجاتا ہے، مگر وصل پالیتا ہے ۔ ۴۳

اس جگہ پر محبوب (خدا) ارشاد فرماتا ہے: یاایتھا النّفس المطمئنہ ارجعی الی ربّک راضیۃ مّرضیہ فادخلی فی عبادی وادخلی جنّتی (اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف لوٹ آ۔ تو خدا سے راضی ہے اور خدا تجھ سے راضی (خوش) ہے، پس میرے بندوں میں داخل ہوجا اور میری جنت میں داخل ہوجا۔ ۴۴

محبت محبان خدا

محبان خدا کے دل میں جس قدر عشق ومحبت خدا جاگزیں ہوتی ہے، اتنا ہی وہ خلق خدا میں (قدرت) خدا کا نظارہ کرتے ہیں، اور وہ سب کے دوست ہوتے ہیں ۔ لیکن اگر وہ عشق سے عاری ہوتے ہیں، تو ان کے نیک اعمال بھی بے وقعت ہوتے ہیں، کیونکہ اس کے بندوں سے محبت دراصل حب اللہ ہے۔ اس طرح ایمان بواسطہ محبت خدا ہے۔ محبّان خدا سے محبت کا شمار ایمان میں ہوتا ہے ۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے: المومنون والمومنات بعضھم اولیاء بعض یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر ویقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الذکوٰۃ ویطیعون اللّٰہ ورسولہٗ ۔ اولئک سیرحمھم اللّٰہ... (ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں، ان میں سے بعض کے بعض رفیق ہیں۔ لوگوں کو اچھے کام کا حکم دیتے ہیں اور برے کام سے روکتے ہیں، اور نماز پابندی سے پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور خدا اور اس کے رسولؐ کی فرمانبرداری کرتے ہیں ۔ یہی وہ لوگ ہیں، جن پر خدا عنقریب رحم کرے گا۔ ۴۵

رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا ہے: ودّ المومن للمومن فی اللّٰہ من اعظم شعب الایمان (مومن کی مومن سے خدا واسطہ کی دوستی بزرگ ترین شعبہ ایمان میں سے ہے) ۔

اس مقالہ میں جو ذکر اب تک ہوا ہے، اسکا خلاصہ یہ ہے کہ دوستان خدا فقط سرزمین محبت میں ہی نہیں، بلکہ وہ اس کے طول وعرض میں ہر راستہ پر موجود رہتے ہیں ۔ امام سجادؑ نے ارشاد فرمایا

ہے کہ وہ محبان خدا جو خوشنودی خدا کے لئے ایک دوسرے سے دوستی کرتے ہیں روز قیامت وہ مشخص چہروں کے ساتھ بعنوان'' متحابّون فی اللّٰہ '' پہچانے جائیں گے۔ ۴۶

امام محمد باقرؑ نے کہا: اگر تم یہ جاننا چاہتے ہو کہ آیا تم خیر پر ہو تو دلیل کے ساتھ نظر کرو، اگر تم اہل اطاعت خدا کے دوست ہو اور اہل معصیت خدا کے دشمن ہو، تو تم خیر پر ہو اور خدا تمہارا دوست ہے، اور اگر اہل اطاعت خدا کے دشمن اور اہل معصیت خدا کے دوست ہو، تو خیر نہیں کہ خدا تمہارا دشمن ہے۔ اسکے بعد فرمایا: والمرء مع احب (ہر ایک خود اپنے دوست کے ہمراہ ہوتا ہے)۔'' ۴۷

بندگان خدا کو دوست رکھو کہ وہ باعث رحمت ونعمت ہیں۔ ان سے دوستی پیدا کرو۔ دلی محبت رکھو۔ اس کے محبوب سے کبھی دشمنی نہ کرنا کہ حق تعالیٰ اپنے محبوب کے دشمن کا خود بھی دشمن ہے۔ اگر تم ایسا کرو گے تو خود اپنے آپ کو رحمت سے جدا کرلوگے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ پر خلوص بندے بندگان خدا کے مابین چھپے ہوتے ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے ساتھ تمہاری بدسلوکی اور دشمنی، ان کی ہتک اور ان پر کسی طرح کی ضرب، ہتک خداوند نہ ہوجائے!

ماحاصل مقالہ:

قارئین کرام! اس مقالہ میں کی گئی بحث وگفتگو کا بلاخوف تردید یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ تصوف وعرفان کا تخم قرآن وحدیث میں موجود ہے۔ عرفان کو سمجھنے کے لئے اصل ماخذ اسلامی کا مطالعہ کرنا چاہئے کیونکہ قرآن، احادیث پیغمبر اسلامؐ اور روایات ائمہؑ میں توجہات، اشارات اور تعلیمات کے منابع موجود ہیں۔ حیات طیبہ رسولؐ اور ان کی ادعیہ، سب کی سب میں، معنویت پر مبنی ہیں۔ پیشوائے عارفین حضرت علیؑ کے خطبات اور ان کی مناجات بھی حوالہ جات معرفت وعرفان کے حوالوں سے پر ہیں۔

عرفاء جانتے ہیں کہ ان کے عقائد واعمال بنیادی طور پر اسلام، قرآن وحدیث سے اخذ ہیں اور قرآن، اس کی تعلیم وتربیت اور اقوال معصومینؑ دائمی طور سے اسلامی عرفان وتصوف کے جز لاینفک ہیں۔ انہوں نے قرآن وسیرت رسولؐ خدا کی پیروی کو لازم قرار دیا ہے۔ آٹھویں صدی ہجری کے مشہور عارف سید حیدر آملی بربنائے مختلف احادیث پیغمبر اسلامؐ اور ارشادات آئمہ معصومینؑ کے

تصوف کو عین شریعت قرار دیتے ہیں ۔عرفانی ادب کے مطالعہ سے بھی یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ یہ آیات قرآنی اور احادیث پیغمبرؐ سے مالامال ہے۔

حوالے:

۱۔ سجادی ، سید ضیاء الدین ،مقدمہ ای بر مبانی عرفان وتصوف ، سازمان مطالعہ وتدوین کتب علوم انسانی دانشگاھا (سمت) ، ۱۳۷۵ھ ،صفحہ ۷

۲۔ سورہ نور ، آیت ۳۵۔

۳۔ سورہ الحدید ، آیت ۳

۴۔ سورہ بقرہ ، آیت ۱۶۳

۵۔ سورہ رحمٰن ، آیت ۲۷

۶۔ سورہ ق، آیت ۱۶

۷۔ سورہ بقرہ، آیت ۱۱۵

۸۔ سورہ نور ، آیت ۳۵

۹۔ مطہری ، مرتضیٰ، آشنای باعلوم اسلامی (کلام ،عرفان) انتشارات صدرا، تہران صفحات ۹۳۔۹۲

۱۰۔ کلینی ،محمد بن یعقوب ، اصول جلد کتاب التوحید، دار الکتب الاسلامیہ، تہران،

۱۱۔ موسوی خمینی ، امام روح اللہ،شرح چھل حدیث ،موسسہ تنظیم ونشر آثار امام خمینی ، ۱۳۷۳ھ،صفحہ ۶۳۶

۱۲۔ نقل از ابی حمزہ

۱۳۔ مفاتح الجنان ، دعائے عرفہ

۱۴۔ جوادی آملی ،عبد اللہ ،حماسہ وعرفان ، مرکز نشر اسراء ،قم، ۱۳۸۴ھ،صفحہ ۱۱۷

۱۵۔ جعفری، محمد تقی ،عرفان اسلامی، موسسۂ تدوین ونشر آثار علامہ جعفری، ۱۳۸۴ھ،صفحہ ۵۳

۱۶۔ زریں کوب، عبد الحسین ، درقلمرو وجدان ، انتشارات سروش، تہران ، ۱۳۶۹ھ،صفحہ ۳۳۴

۱۷۔ یثربی سید یحیٰ ، سیر تکاملی واصول مسائل عرفان وتصوف ، دانشگاہ تبریز ،تبریز ، ۱۳۶۸ھ ،صفحہ ۶۹

۱۸۔ سورہ بقرہ ،آیت ۲۷۲

۱۹۔ سورہ الشعراء ، آیات ۸۹۔ ۹۰

۲۰۔ جوادی آملی، عبد اللہ، حیات عارفانہ امام علیؑ مرکز نشر اسراء، قم، ۱۳۸۳ھ صفحہ ۶۳

۲۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ شمار ۲۶۰

۲۲۔ ایضاً، خطبہ شمار ۱۶۰

۲۳۔ سورہ آل عمران، آیت ۸۳

۲۴۔ نہج البلاغہ، خطبہ شمار ۱

۲۵۔ سورہ بقرہ، آیت ۲۵۵

۲۶۔ سورہ عنکبوت، آیت ۵۶

۲۷۔ شیرازی، صدر الدین محمد، الاسفار الاربعہ، جلد ۱، مکتبہ مصطفوی، قم، صفحہ ۱۱۷، کاشانی، فیض، علم الیقین جلد ۱، انتشارات بیدار، قم، ۱۳۵۸ھ، صفحہ ۴۹

۲۸۔ موسوی، خمینی، امام روح اللہ، شرح چہل حدیث، موسسۂ تنظیم ونشر اثار امام خمینی، ۱۳۷۳ھ، ملاحظہ ہوں صفحات ۶۲۲تا۶۸۲

۲۹۔ حاتمی طائی اندلسی، اکبر محی الدین عبد اللہ مشہور بہ ابن عربی دہ رسالہ، ترجمہ، تصحیح وتعلیقات، نجیب مائل ہروی، انتشارات مولیٰ، تہران، ۱۳۶۷ھ

۳۰۔ سورہ واقعہ، آیت ۸۵

۳۱۔ یثربی، سید یحییٰ، فلسفۂ عرفان تحلیلی از اصول ومبانی ومسائل عرفان، دفتر تبلیغات اسلامی، قم، ۱۳۷۰ھ، صفحہ ۱۱۴

۳۲۔ سورہ فاطر، آیت ۱۵

۳۳۔ سورہ نجم، آیت ۴۸

۳۴۔ یثربی، سید یحییٰ فلسفہ عرفان تحلیلی از اصول ومبانی ومسائل عرفان، دفتر تبلیغات اسلامی، قم، ۱۳۷۰ھ، صفحہ ۶۲

۳۵۔ حلبی، علی اصغر، مبانی عرفان واحوال عارفین، انتشارات اساطیر، تہران، ۱۳۷۷ھ، صفحات ۲۰۷۔۲۰۹

۳۶۔ کلینی، محمد یعقوب، اصول کافی، جلد ۲، صفحہ ۳۵۲، بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، دار المعرفہ، بیروت، صفحہ ۱۳۱

۳A۔ سورہ طٰہ، آیات ۳۹۔۴۰

۳۹۔ نقل از ریاضی، جلد ۱، ۱۳۶۹ھ، صفحہ ۲۳۴

۴۰۔ اصفہانی، حافظ ابی نعیم احمد بن عبداللہ، حلیۃ الاولیاء، جلد ۱۰، قاہرہ، ۱۹۳۷، صفحہ ۱۰

۴۱۔ ذخائر الاعلاق شرح ترجمان الاشواق، طبع مطبعہ الانسانیہ، صفحات ۴۰۔۳۹

۴۲۔ سورہ بقرہ، آیت ۱۶۵

۴۳۔ ذخائر الاعلاق شرح ترجمان الاشواق، طبع مطبعہ الانسانیہ، صفحات ۳۷

۴۴۔ سورہ فجر، آیت ۲۸

۴۵۔ سورہ توبہ، آیت ۷۱

۴۶۔ کلینی، محمد بن یعقوب، اصول کافی، جلد ۴، باب الحب فی اللہ، دار الکتب الاسلامیہ، تہران

۴۷۔ ایضاً